اوم

کر ترک خودی کی عادت کو اور قطرہ سے دریا بنجا ہو محو ذرا اصلیت مین اور ذرہ سے صحرا بنجا

کیا آہوئے صحرائی تو جو بھولا ہے یون نافہ کو کیون جنگل مین سرگردان ہے تو اپنا ہی شیدا بنجا

(مصنفہ ۱۰۸ شری سوامی بھولاناتھ جی مہاراج ویدانت بھوشن)

(باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ)

نولکشور پریس لکھنؤ مین چھپا

اوم

ہمارے سامنے کیا ہے؟

مُرغانِ ہم آوازت مجموع ازین گلُخن
پُرّیدہ بدون گلشن بگرفتہ نشیمن ہا

موجودہ حالت مین ہم کون ہین؟ ہمین کس چیز کی ضرورت ہے جسکی ضرورت ہے وہ ہے بھی یا کہ نہین اگر ہے تو کہان ہے اور کس قیمت سے مل سکتی ہے، یہ سوالات ہین جنکو کہ ہر ایک شخص کو حل کرنا ہے ؎

ایدل بکوے عشق گزارے نمیکنی　　سامان جمع داری و کارے نمیکنی
این خون کہ موج میزند اندر جگر چرا　　در کار رنگ و بوے نگارے نمیکنی

ہم دنیا کی عارضی خوبصورتی پر اسقدر فریفتہ ہو جاتے ہین کہ مقصد اور منزل

کا علم تک بھی نہین رہتا اس سے دلبستگی خوب کیجاتی ہے اسکی گلکاریون کو اپنا دل دے دیا جاتا ہے اور ان ہی کو ایک دائمی مقصود سمجھکر زندگی کو بسر کرنے کی کوشش کیجاتی ہے لیکن حقیقت کب چھپ سکتی ہے، دنیا کی کسی نہ کسی صورت سے اسکا ظہور ہونے لگتا ہے اور انسان اس کی بے ثباتی کو سمجھکر پھر حقیقت کا متلاشی ہوتا ہے۔

پے نافہ ہاے رمیدہ بو مپسند زحمتِ جستجو
بہ خیالِ حلقۂ زلفِ او گرہے خورو بہ ختن درا
ستم است گر ہوست کشد کہ بسیرِ سرو وسمن درا +
تو زغنچہ کم ندمیدۂ دردل کشا بہ چمن درا

اسوقت ہم اپنے آپکو محض یہ جسم اور چند خیالات کا مجموعہ سمجھ رہے ہین اور اس کھیل کا آغاز اور انجام بھی اس جسم کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کسی دوسری حقیقت کا علم اس کے علاوہ معلوم نہین ہوتا۔ اس لیے لازمی ہے کہ یہ علم ہمین محض حواس اور محسوسات کے دائرہ تک ہی محدود رکھے اور ہم اپنی انانیت

کو محض ایک معمولی زندگی کی طرح سمجھکر ختم کردین - لیکن جائے غور ہے -
حواس اور محسوسات ان مین سے سرور کب حاصل ہوتا ہے جبکہ حواس قائم
اور محسوسات دلکش اور مضبوط سامنے ہون، اور انکا تعلق اسی صورت
مین قائم رہے - لیکن یہان تو صورت ہی عجیب ہے یا تو حواس چند ہی روز
مین باطل ہو جاتے ہین یا محسوسات کی کمی نظر آنے لگتی ہے اور تعلق اپنی
اصلی صورت کو چھوڑ بیٹھتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لذت زائل ہو جاتی
ہے اور اسکی جگہ پر اس تعلق کو از سر نو قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے
جس سے کہ وہ سرور پھر حاصل ہو - لیکن یہ دائرہ پر وہ دوڑتا ہے کہ جسکے لیے
سکون کہین نہین - پھر ہمین انسانی جامہ کیا بتاتا ہے ہمین کس چیز کی ضرورت
ہے اس سرور کی جو کہ لا انتہا ہو اور لا انتہا محدود اشیا سے کیسے حاصل ہو سکتا ہے

پس ہمارا مقصود کیا ہے؟ لا انتہا سرور!

یہ ہے بھی کہ نہین یہ دوسرا سوال ہے - امر قابل غور ہے - کہ یہ خواہش
کس وناکس یعنی ہر ذی روح مین نظر آرہی ہے - دنیا مین نیچر کی طرف سے

پیاس دی گئی ہے لبس پانی سے ہے آنکھ ہے پس آفتاب ہے۔ یعنی ہر بیماری کا علاج ہے یا ہر خواہش قدرتی اپنی شے مطلوبہ کا ثبوت ہے جبکہ عارضی خواہشات جو کہ کسی وقت پر ہوتی ہیں اور کسی وقت نہیں وہ بھی اپنا مقصود رکھتی ہیں تو پھر لاانتہا ذخیرہ جو کہ ہر کس وناکس کے اندر موجود ہے یہاں تک کہ نباتات اور جمادات میں بھی ظاہر ہو رہا ہے کیسے لایعنی اور بغیر مقصود کے ہو سکتا ہے اس لیے وہ ہے اور ہمیں اسکی ضرورت ہے۔

آج یہ تعلقات جو کہ عین راحت کا سبب معلوم ہو رہے ہیں اپنی جدائی میں عین عذاب نظر آنے لگتے ہیں اسلیے اس آرائش میں مطلوب حقیقی سے غافل رہنا اچھا نہیں ہے۔

اس لاانتہا سرور کے دوسرے نام کون سے ہیں۔ اللہ، رام واہگورو۔ God

پھر یہ سرور ذی روح ہے یا غیر ذی روح۔

چونکہ یہ سرور لاانتہا ہے اسلیے ذی روح بلکہ عین علم اور عین ہستی ہے

پس + عین ہستی خود توئی لبس الرتہ چون منکر شویم ٭ حجت ہستی تست این ہستی انکار ما

وہ 'رام' جو کہ عین ہست ہے اُس سے انکار بھلا کسطرح ممکن ہو سکتا ہے'
کیونکہ انکار بھی بذات خود قائم نہین ہو سکتا ہے اُسکے اظہار کے لیے بھی کسی ہستی
کی ضرورت ہے بلکہ انکار بھی ہستی کا ایک بدلا ہوا کرشمہ ہے Zero
بغیر Black-board کے قائم نہین ہو سکتا اس لیے
جو ہمارے رام سے انکار کرتا ہے وہ دوسرے معنی مین اُسکا اظہار کر رہا ہے۔ یہ
انکار کرنیوالی ہستیان دراصل اُس سے زیادہ پیار کرنیوالی ہین ممکن ہے اُنکے
خیال مین یہ سما گیا ہو کہ شاید اسطرح سے رقیب پیدا نہ ہونگے، لیکن

برچشمۂ خور سحاب تا کے　　برچہرۂ تو نقاب تا کے

سچائی آخر پھوٹ پھوٹ کر نکل ہی پڑتی ہے' اور اس سوال کا جواب تو اسمین
خود ہی شامل ہو رہا ہے یعنی ہر ایک شخص آرام کا متلاشی ہے اور آرام خود ہی
کہہ رہا ہے کہ آ' رام۔

دل گرفت آرام چون آرام جان در بر گرفت　　جان چون جانان بدید آسودہ گشت از جستجو

دنیا مین دو ہی قسم کے اشخاص ہین ایک تو کہہ رہے ہین رام ہے اور

دوسرے کہتے ہین رام نہین یہ 'اسکو' 'ہے' کی شکل مین یاد کر رہے ہین وہ 'اسکو نہین' کی
صورت مین یہ دونون معنی خیز چیزین ہین۔

کیونکہ جس نے اُس کو بالکل نیست کر دیا وہ خود قائم ہو گیا اور جس نے
اُس کو قائم کیا وہ خود مٹ گیا۔

لیکن تیسری حالت 'ہے' اور 'نہین' کے درمیان کی ہے اور یہ شک
ہے جب اس شک مین بیتابی کا ظہور ہوتا ہے اُس وقت انسان کی تلاش
صادق کی وجہ سے اسپر 'ہے' کا اثر ہونے لگتا ہے۔ پس یہ شک عشق کی
صورت مین بدلنے لگتا ہے اور تلاش مضبوط ہو جاتی ہے۔ جس وقت
اسکی خواہش مین زیادتی ہوتی ہے۔

ایسے وقت پر انسان اپنی صداقت اور صفائی قلب کی وجہ سے
اُس سرور مطلق رام کو اپنے اندر ہی محسوس کرنے لگتا ہے۔

اور اس تجلّی سے اس قدر مست ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کا محتاج نہین
رہتا وہ خوشی کہ جس کے ایک قطرہ کے لیے ہم رواں دواں ہین اُس کا

ناپیدا کنار سمندر ایسے شخص کے اندر لہراتا ہے۔

تیرے سینے مین تو پنہان بحرِ بے پایان رہے
اور تو قطرے کے پیچھے شاکی و نالان رہے
کر دے عالم کو جو پنہان تجھ مین وہ طوفان رہے
اور تو ساحل پہ بیٹھا اس طرح گریان رہے
دوئی کا پردہ پکڑ کر کر دے غافل تار تار
اور اپنے آنسوؤن کا لے گلے مین ڈال ہار

یہ چند اشعار جو کہ شکستہ حالت مین ہین ترتیب اور سلسلہ سے خالی ہین آپ کی نذر کیے جاتے ہین۔

قطرہ اور بحر والی غزل۔ انسانی حالت کا اظہار کرتی ہے۔

عِلّتِ عالم۔ ذاتِ پاک سے ظہورِ عالم کی دھندلی سی تصویر ہے۔

سدا مان جی کی غزل جو کہ اوزان وغیرہ سے خالی ہے۔

دل کی شکستگی عجز اور محبت کو دکھاتی ہے۔ اس لیے جب وقت ہم

دنیا مین بالکل حیران ہوکر سچے دل سے اُس مالک حقیقی کے طالب ہوتے ہین تو وہ ہمین ہماری بہتری کے لیے ہر ایک سامان عطا کرتا ہے۔

بعض اشخاص شکایت کرتے ہین کہ ہمارے پاس اسقدر وقت ہی کہان ہے کہ ہم اُسکی یاد مین اپنے آپکو بھول جاوین، دنیا اور اُس کے تعلقات ہمارے پیچھے یہانتک پڑے ہوے ہین کہ شمع سامنے جل رہی ہے اور پروانہ اپنی بندش کی وجہ سے وہان تک پہونچ نہین سکتا اسکا جواب صرف اتنا ہی ہے ؎

کرمکِ پروانہ کے پر - وا - نہ ہون تو کیا کرے

شوقِ شمع مین ہی جلتا جائے اور پروا - نہ ہو

اوم شم

ناتھ

اوم

فریاد قطره

شُد طلاطم درمیانِ قُلزمِ توحید چُون　　یک صدائے عاجزی دربیخبر و فریاد کرد

قطرهِ ام در شورشے از سبزات افگنده　　آشیانم اندرُونِ بیکسی آباد کرد

چون نشینم در چمن بر برگِ گُل لرزان شُده　　چون نسیمِ صُبحدم خواهد مرا برباد کرد

اندرُونِ پنجهٔ موجِ هوا نالان شُدم　　گاهے اشکے گاهی شبنم پیکرم آباد کرد

در تعین این چنین غلطیده ام درحالِ خویش　　بازُوے من قوّتِ پرواز را برباد کرد

می ندانم این نمود دُوریٔ من بهر چیست

قطرهِ در طوفانِ آتش کے نماید راز زیست

ادم

جواب بحر

شاد باش اے قطرۂ بیتاب از مہجوریم | چون نمودِ ہجر کردم بہرِ احساسِ وصال

این ظہورِ صورتِ عالم مثالِ آئینہ | می نماید صورتم را با نمودِ خط و خال

کس نیابد در جہان غارتگرِ اصلیت | موجِ صرصر می نجنبد بیشِ اعجازِ کمال

اندرونِ سینہ ات ہر دم وصالِ ہستیم | این نمودِ ہجر گویا شد برائے قیل و قال

این تعین و فناءِ ہستیم مثلِ سراب | از سرابِ آب باشد این غلط فکرِ محال

اندرونِ گلشنم بر گل نوائے خوش بزن

چونکہ این رازم برایت رہبرِ راہِ وطن

اوم

علّتِ عالم

نقطۂ نورے کہ اصلش بیخبر — از خیالِ ہستی و علم و ہنر
نیست آنجا عالمی ہنگامۂ — نیست آنجا عاقلی دیوانۂ
نیست آنجا شورشِ گلچین و گل — نیست آنجا میکش و مینائے و مل
نیست آنجا درد و آہِ عاشقان — نے در آنجا نازہائے گلرخان
نیست آنجا حرفِ دوئی را امکان — نے در آنجا لفظِ وحدت ہم عیان
چیست عالم؟ حرفِ خاموشی و بس — چیست آنے؟ نازِ بیہوشی و بس
عقل آنجا محوِ رازے دلکشش — فکر آنجا محوِ فکرِ ہستیش
بسلہ رنگِ رازہا آنجا نہان — عدمِ نسبت اندرونش بے گمان

محو آنجا هستی و علم و سرور | نیست آنجا نیستی در فکر نور
نقطہ جنبش کرد اندر مستیش | آمد اندر دام "ما" آن مستیش
رازہاے ما میان دانشش | سرّہاے ما درون باطنش
ہمچو تخمے کثرت گلہا میان | ہمچو سازے نغمہ ہا اندر نہان
چیست ما و من؟ خیال مستیش | چیست جنبش؟ نازہاے مستیش
جنبش دیگر عیان "ما" ایم کرد | پیکرش ملبوس شان "ما" ایم کرد
جوش موج نور او محکم نشد | در خیال پختگی محرم نشد
یک صدا باشیم آمد اندرون | گشت مسحور فسون خویش چون
این صدا را علتے سرور است | ساغرش با بادۂ انگورے است
منشی نورے عیان کردہ صفات | واندران آمد وجود پاک ذات
آنکہ بُد مخفی بنور خویشتن | پیش آمد در ظہور خویشتن
ذات او اندر لباس خویشتن | اندرونش بود و باش خویشتن
ہستی و علم و سرورے باکمال | گشت ظاہر نور مخفی در جمال

بادہ اش را حاجتِ پیمانہ نیست — وز برایش حاجتِ میخانہ نیست

خود شراب و ساغر و پیمانہ او — خود شرابِ بادۂ میخانہ او

گشت ملبوس اندرونِ ہستیش — گشت ظاہر از کمالِ ہستیش

باز آمد سیلِ موجِ ذات او — بہر دیدِ خویشتن حاجات او

وکیستم؟ اندر جمالِ روئے خویش — وکیستم؟ اندر کمالِ روئے خویش

این سوالِ او ظہورِ جہل کرد — این خیالِ او ظہورِ جہل کرد

جہل را از علمِ خود منظور کرد — پیکرش را از نگہ پُر نور کرد

شورشِ تثلیث اندر ہستیش — ناظر و منظور اندر ہستیش

از کجا این جہل رفتے خود نمود — از کجا این جہل موجے خود نمود

علم چون معلومِ ہوشِ خویش کرد — علم چون منظورِ ہوشِ خویش کرد

کیستم را غیرِ خود پنداشت او — علم را از علمِ خود نشناخت او

آفتابے چون نگاہے باز کرد — نورِ رویش پیشِ او پرواز کرد

جلوہ ہائے خویشتن بیگانہ یافت — ذرّہ ہائے خویشتن افسانہ یافت

چون شرابے ساکنِ پیمانہ شد ‏ ‏ ‏ ‏ از فسون او ز خود بیگانہ شد

علم اندر موجِ خود "ناآگہی" ‏ ‏ ‏ ‏ نور اندر سحرِ خود "بیگانگی"

"کیستم" را ہستی از نورِ او ‏ ‏ ‏ ‏ "کیستم" را راز ہا منظورِ او

"جہل" یک معلولِ علمِ نورِ او ‏ ‏ ‏ ‏ علم اندر علمِ خود منظورِ او

نور اندر علم و لا علمی عیان ‏ ‏ ‏ ‏ پس نباشد غیرِ نورے بیگمان

چونکہ لفظِ "کیستم" در علم لا ‏ ‏ ‏ ‏ "من ندانم" حُسنِ رُوے خویش را

"من ندانم" ہست موجِ نُورِ او ‏ ‏ ‏ ‏ جہل اندر پیکرش مسرورِ او

"من ندانم" می نماید علم را ‏ ‏ ‏ ‏ در فنائے خویشتن دُرِّ بقا

من شرارِ ہستیِ انوارِ او ‏ ‏ ‏ ‏ این ندانم علم از اسرارِ او

من ندانم را خیالِ جستجو ‏ ‏ ‏ ‏ کیستم را معنی بس آرزو

آرزو را معنی مسروری است ‏ ‏ ‏ ‏ گرچہ اندر پیکرش مہجوری است

من ندانم رازہائے ہستیش ‏ ‏ ‏ ‏ علم را در آرزوئے مستیش

علم بہر دیدنش در اضطراب
نور اندر جادوئش در پیچ و تاب

چون شعاعِ خویش آمد روبرو
علمِ غیرِ خویشتن بیند شہت او

اندرونِ جہل پیدا غیرِ او
نیستی نا آگہی در غم چارسو

ناظر و منظور آمد ذاتِ او
شاکر و مشکور آمد ذاتِ او

پیکرِ نا آگہی، مشہود شد
این جہانِ نقشہا موجود شد

از خیالِ عالم و معلومِ او
شد نمایان این مکان پس و برو

علتِ محدودیت شد این مکان
آن مکانی بعد ازان کرده زمان

بعد ازان نفسانیت کرده ظہور
علت و معلول آمد پیشِ نور

این ظہورِ علتِ اسباب شد
این نمودِ جنبشِ بیتاب شد

اسم و صورت ہای زیرده رونمود
رنگہائے قلزمِ او چه نمود +

نازِ گل از رنگ و بوش آمده
عشقِ بلبل از فسونش آمده

یک شرارِ بادۂ گلگون او
شد مقیم عالمی جام و سبو

این جہان را ہستی از ہستیش
این جہان را ہستی از ہستیش

ہیچ ذرّہ نیست خالی از شرار
ہستیٔ عالم ز علم اُو شمار

ذرّہ ہاے اینجہان منظورِ او
جلوہ ہاے اینجہان مسحورِ او

ذرّہ ہاے عالمے را او محل
جلوہ ہاے عالمے را او محل

چیست عالم؟ یک خیالِ موج او
چیست دنیا؟ یک سوالِ موج او

چون حقیقت فرضِ خود منظور کرد
خویش را از سحرِ خود مسحور کرد

علم پیشِ علم لا، چون آمدہ
عکسِ خود را غیرِ خود بنداشتہ

علم چون تا آگہی در خود بدید
با جہانے فرضِ دیگر ہم رسید

اوم

رام کی تعریف

تعلق سے بری ہونا حروفِ رام کی مانند
ہر اک پہلو سے نقطہ داغ مت جانا مبارک ہو
رام

رام

کیسا پیارا نام ہے۔ مخزنِ معنی ہے۔ منبع نور و سرور ہے راحتِ قلب و جگر ہے۔
تسکین کلی ہے بحر در کوزہ ہے ہستی علم سرور ہے۔

م	ا	ر
مایا	ایشور	جیو
ا	ا	ا

محدود پن　　لامحدود پن　　امتیاز ہر دو

ظہور الف　　محدود پن میں　=　**جیو**

ظہور الف　　لامحدود پن　=　**ایشور**

محدود　اور　لامحدود پن　=　**مایا**

الف　=　**برہم**

مایا = نام روپ　نام روپ = تبدیلی

اسلیے　تبدیلی = مایا

جیو　ایشور　مایا　= رام

مایا = قدرت رام　جیو ایشور ظہور قدرت رام =

رام

ہے ظہور ذات واحد در لباس نو بنو
ایک ہی جلوہ نما در پردۂ دو تین چار　ناتھ

لفظ "دیاپک"، "دیاپیہ" کا محتاج ہے اور دیاپیہ دیاپک بھاو تعلق کو

ثابت کرتا ہے اور تعلق محدودپن ہوتا ہے۔

لباس ما سبکساران تعلق بر نمی تابد

بود ہمچون حباب از بخیہ خالی پیرہن مارا غنی

یعنی ہمارا لباس تعلق سے بری ہے۔ جیسے بلبلہ کا ظہور پانی میں باوجود تعلق ہونے کے بھی بخیہ سے بری ہے محتاج ٹانکا کا نہیں اسیطرح ظہور رام جیو + ایشور اور مایا میں تعلق کا لباس نہیں ہے۔

بلکہ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ والی مثال ہے۔

جیو ایشور پرکرتی ترپٹی ہے اور ترپٹی کا دیا ہیہ دیا پک بھاؤ تعلق ہے مگر یہ تعلق تو عین لاتعلقی ہے۔ کیونکہ ایک ہی سرب روپ ہے اب چاہے کوئی اسے تعلق کہے یا لاتعلقی ؏ گر یون کہو تو واہ واہ اور یون کہو تو واہ واہ۔

نہ کسی سے میں ہوں جدا ذرا نہ کسی میں ہوں ملا ہوا یہ سوال ہے یا جواب ہے یا صدائے ساز خیال ہے

یہ نمودِ قیدِ مکانِ زمان ہے ظہورِ موجِ خیال کا

مٹے جب یہ موجِ خیال تب نہ یہ ام ودا نہ خال ہے ناطق

آپ مین ڈھونڈے سے ہرگز بلبلہ ملتا نہین
اور گر ملتا بھی ہی تو وہ جُدا ملتا نہین

اس لیے رام خواہ کسی لباس مین کھیلے رام ہی ہے یعنی ایک ہے۔

تعلق مین لاتعلقی کا ظہور ہے۔

(ر) کو سیدھا کرنا (الف) ہے خمی جیو ہے

(م) کو سیدھا کرنا (الف) ہے صفر مایا ہے

(ر ا م)

ا ا ا کیونکہ میم کا صفر علیحدہ کرنا

خمی جیو سیدھا پن مایا صفر ہے الف بنانا ہے

بلکہ میم کا نقطہ الف مین نمودی ہے وجودی نہین اس لیے نقطہ سے علیحدگی غرض نہین بلکہ الف مین نقطہ کا ملانا ہے۔ پس یہ صفر الف سے ایک ہے اور اُسی کے وجود سے ظاہر ہے۔ پس مایا کی علیحدگی رام ہے۔

اسلیے الف ہی دوسری صورت مین ر اور م ہے اور رام کا لفظ

لکھنے بھی درمیان الف آتا ہے یعنی الف ہی ہر دو صورت مین نمایان ہے کیسی جادوگری ہے۔

آن ماہ مشتریست بیازار آمدہ خود را ز دست خویش خریدار آمدہ
محبوب گشتہ است محب جمال خویش مطلوب خویش است طلبگار آمدہ

सर्वं खलु इदं ब्रह्म

همہ اوست

رام کی صورت عیان ہے ہر گُل و ہر خار مین
جلوۂ عُریان عیان ہے دیدۂ بیدار مین
کونسی ہستی علیحدہ اُس سے ہو کر رہ سکے
یہ جُدائی تو جُدا ہے رام کے اظہار مین
بن نہین سکتا کوئی بھی غیر اوسکی ذات مین
وہ تو ہے خود ہی نمایان کثرتِ بازار مین

پہن کر قدرت کا اپنی وہ لباس غیریت

ہوگیا جلوہ نما ہے ہر در و دیوار مین ⁂

توڑ ڈالے ہے کسی جا مستِ مے ہو جام مے

اور رکھے اسباب عشرت کو کہین ہشیار مین

یہ تماشہ ہے وہی اور ہے تماشائی بھی وہ

ہے وہی جلوہ نما بس یار اور اغیار مین

کیسا یہ بادہ ہے جسکا مست ہے ہشیار خوب

فرق ملتا ہی نہین یان مست اور ہشیار مین

رام ہی جلوہ نما خود عالم و معلوم بن

اس لیے وہ ہی عیان ہے پردۂ دو چار مین

مستِ عشق رام ہو کر اک لگائی ہے صدا

کہ اذنگ سرونگ کھلو ہے بر ہم ہی دیدار مین

درمیان بحر و قطرہ نیست غیرے آشکار

اس لیے وحدت عیاں ہی کثرت اظہار مین
رام کا جلوہ عیاں ہے رام کی قدرت ہے یہ
اس لیے دوئی عدم ہے ناتھ اس دربار مین

پیکر گل و خار ہر مست و ہوشیار دیدۂ بیدار اور یار و اغیار مین ایک رام آپ ہی جلوہ نما ہے اسلیے غیریت فرضی ہے حقیقی ذات واحد ہے اگر غیریت ہے بھی تو رام سے ظاہر ہے۔

یہ رام سنیے گا کیا کہانی شروع نہ اسکا ختم نہ ہو یہ
جو ستیہ پوچھو ہے رام ہی رام یہ محض دھوکا ہی ساری دُنیا
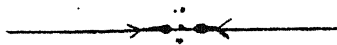
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ اللہ کی تفسیر

لا الہ اللہ نہین ہے کوئی معبود مگر ایک اللہ۔ غیر اللہ نیست ہے
معبود کا قیام صرف عابد سے ہو سکتا ہے اور عابد بغیر عبادت کے ملنا نا ممکن ہے اسلیے

عابد عبادت معبود لازم ملزوم ہونی چاہئین اور
لازم ملزوم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتے پس قیام تثلیث اس
شرح سے رونما ہو گا۔ اور دوسرا نقص اسمین یہ ہو گا کہ تینون بجائے خود
قائم رہین گے۔ اور وجودِ تثلیث محدودیت کا سبب ہو گا اور محدودیت
داخل فنا ہو گی۔ اور فنا کسی کی پیدائش مین توانا نہین۔

اصول مین قدیم ذات ایک ہے پس جب تثلیث کا ظہور نا ممکنات سے ہوا

تو اس کے معنی یہ ہوے کہ "غیر اللہ نیست ہے" کیونکہ جب عابد ازلی نہین تو
معبود اور عابد صفات کیسے ازلی ہوسکتی ہین لیکن ذات موجود ہے۔

اگر عابد کی ہستی معبود کی ذات کے بعد مانی جاوے تو یہ سوال پیدا ہوگا
کہ عابد کی ذات بعد مین ہے یا صفات؟ اگر ذات بعد مین مانی جاوے تو
اُس سے پہلے معبودیت کی صفت موجود نہین ہوسکتی اور عابد کی ذات کی علت
یا ہست یا نیست مانی ہوگی نیستی تو ہو نہین ہوسکتی اور ہستی اس سے پہلے صرف
ایک ہی ہے پس ہستی حقیقی یا تو اس ذات کی مادی علت ہوگی یا اُسکا یہ عابد
محض ایک تصوّر ہوگا۔ اگر ذات حقیقی مادّی علت ہوگی تو معلول ذات عابد
بھی بذات خود ہی ہوگی پس عابد و معبود خود ہی ہوجاویگی اور پھر یہ معنے
ہونگے کہ "نہین ہے کوئی معبود غیر اور نہ ہے کوئی عابد غیر لیکن ایک اللہ" پس
اس سے بھی قیام وحدت ہی ظاہر ہوگا اور اگر یہ انکا تصور ہے تو تصور
عالم کا عین ہے یا غیر۔ اگر کہو غیر تو وہ بذات خود ایک ہستی قدیم ہوگا
اگر کہو عین تو پھر یہ معنی ہون گے "کہ غیر اللہ نیست ہے" اسلئے "لا الہ الا اللہ"

یعنی غیر اللہ نیست ہے۔ یا ایک ہی ذات قدیم ہے۔

اگر کہو کہ عابد کی صفات بعد مین ہین تو ذاتِ عابد اول تو قدیم ہو جاویگی اور ذات بغیر صفات کے ہوگی جب یہ صفات عابد کی ذات کا عین نہ ہونگی تو عابد کی ذات عبادت سے منزہ ہوگی اور یہ صفات فرض ہونگی پس ان صفات سے نسبت دی گئی معبود کی صفت بھی عارضی ہوگی ۔ غیر اللہ منفی ہے۔

لا الہ الا اللہ

(دوئم) یہ "لا" "الہ" حقیقی کے ساتھ ہے یا فرضی کے ساتھ۔

اگر کہو حقیقی کے ساتھ تو اس کے یہ معنی ہون گے الہ حقیقی اور قدیم بھی لا کے اندر آسکتا ہے۔

اگر کہو فرضی کے ساتھ تو فرض بذات خود ایک "لا" ہے "لا" کو "لا" کرنا مثبت کرنا ہے اسلیئے "لا" نہ تو حق کے متعلق ہے اور نہ ناحق کے۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ "الہ" عالم نہ تو حق ہے اور نہ ہی ناحق یہ کچھ ایک عجیب شے ہے یا دوسرا اشارہ اس مین یہ ہے "لا" کی دوسری صورت "الہ" ہے یا "الہ"

کے معنی بھی لا ہین لا۔لا یا الہ = الا اللہ۔

لا۔لا یا الہ = الا اللہ اسلیے لا الہ = الا اللہ۔

اس سے بھی وجود وحدت ہی ظاہر ہے۔ عالم حق تو اس لیے نہین

کہ ہمیشہ ایک صورت مین نہین رہتا اور نا حق اس لیے نہین کیونکہ ذات کا

تصوّر ہے۔

(سویم) سراب کو "لا" کہنے کی ضرورت کب محسوس ہوتی ہے جب

اُسمین ظہور آب ہوتا ہے۔

عالم کو "لا" کرنے کی ضرورت کیون محسوس ہوئی چونکہ حقیقت کا دھوکا

لگ رہا ہے۔

(الہ۔کثرت) (لا = معرفت) (الا اللہ = ثمر معرفت)

(سوال) جب صرف ایک ہی ذات ہے تو اُس مین کثرت کا نمود کیسے ہوا؟

(جواب) یہ سوال ناجائز ہے کیونکہ کیسے پھر کثرت ہے۔

یہ کثرت خواہ کسیطرح سے ہو لیکن لا الہٰ الا اللہ تو وحدت کا ہی ثبوت ہے

عالم اپنے نمود مین نیست اور وجود مین ہست ہے۔ وجود = وحدت

نمود = کثرت

(س) نمود کیا ہے؟ (ج) نمود نمود ہی تو ہے (کیا) کا لفظ نمود سے باہر کسی دوسرے نمود کو فرض کرتا ہے اور اس سے تسلسل عارض ہوتا ہے۔

(س) نمود پابند نمود ہے یا وجود۔ (ج) یہ سوال بالکل ہی ناجائز ہے کیونکہ نمود کی نظر سے وجود گم ہے اور وجود مین نمود نیست ہے جبتک وجود حقیقی نہان ہے یہ نمود ہی اپنے دائرہ مین ایک وجود ہے اور ظہور وجود فنائے نمود ہے۔ دویم نمود کسی کا پابند نہین کیونکہ بذات خود نمود ہے اور وجود نمود کو دیکھتا تک نہین۔
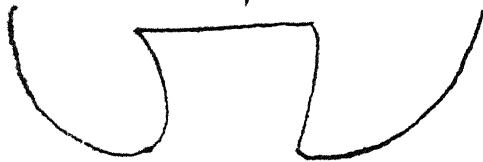
لا عرفان - الٰہ عالم کثرت = الا اللہ = وجود حق

الا اللہ وجود حق + تخیل یا کن = الٰہ = عالم کثرت

(سوال) جب غیر ذات کچھ نہین پھر کن کا اشارہ کسکی طرف ہے۔

(جواب) یہ کن، قدرتِ حق کی جنبش یا کروٹ ہے یہ جنبش نمود عالم ہے۔

اور اسمین سکون فنائے عالم ہے۔

قدرت بشکل جنبش = عالمِ کثرت اور قدرت بشکل سکون = فنائے عالم

پس جنبش قدرت = الٰہ اور سکون قدرت = لا

جنبش قدرت + سکون قدرت = الا اللہ

آغاز	درمیان	انجام بعد لا
الا اللہ	اَلٰہ	الا اللہ

جنبشِ قدرت تعینات سے پُر ہے اور اسمین حفظ مراتب ایک لازمی امر ہے۔

پس تعینِ عابد عبادت معبود لازمی ہے۔ جزو عابد اور کل معبود ہے۔

پابند تعینات اس عبادت سے معبود کی صفات مین اپنی صفات کو

نہیں کرتا ہے اور خالص ذات ہو جاتا ہے اور ذات کسی کو نسبت نہیں دیتی
نہیں تعینات سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ توحید شریعت طریقت کے خلاف
نہین کیونکہ تعینات مین ہر ایک پابندی ایک لازمی امر ہے اور تعینات سے
باہر کچھ غیر ہے ہی نہین جسکے خلاف ہو پس قدیم ذات ایک ہے عالم اُسکا کرشمہ ہے۔
کثرتِ عالم مین وہی کرشمۂ ذات عرفان کے لا کو مقرر کرتا ہے۔
اور اس مقراض لا سے کتم غیریت کو پھاڑ وحدت حقیقی سے وابستہ ہوجاتا ہے

ہزا ہستی کا لیتا ہے گُل و بلبل جدا بنکر
ظہورِ صورتِ باقی کو وہ آیا فنا بنکر

جس کرشمہ کا ایک انداز یہ عالم کثرت و غفلت ہے اُسی کرشمہ کا دوسرا
انداز عالم معرفت ہے یعنی ایک طرف تو یہ عالم بصورت مختلف گرفتاری کا سبب ہے
اور دوسری طرف بصورت کلام حقیقی یعنی ربّانی کلام قرآن شریف و بھگوان
انجیل پاک کے رہائی کا سبب ہے۔ یہ گرفتاری اور رہائی اُسی کے کرشمہ
کے انداز ہین یہ مخالفت اور موافقت ایک ہی کی ہے کیونکہ انجام دونون کا ایک ہی ہے۔

لیکن ہمارا تعین بندا اور اسکا خدا ہے
بندہ عابد اور خدا معبود ہے

عشقِ عبادت بندہ کی صفات کو جلادیتا ہے اور معبودیت کی ذات
سے ملادیتا ہے۔ ایسی حالت میں

خودی و خدائی بلا در بلاست
خلاص آنکہ شد ہستیش زیر لا است

لیکن اس درجہ کو پہونچنے کے لیے عبادت و عشقِ الٰہی ہی ایک راست
زینہ ہین۔ آمین

ادم

سُداماں جی کی غزل

نہ نہاں کسی سے رہا کبھی نہ عیاں کسی پہ ہوا کبھی
یہ ظہورِ صورت رنگ ہا ہے ادائے جلوۂ دلبری
جسے بحر و قطرہ کہا کریں وہ نمودِ ہستی آب ہے
وہ جو اسم و صورت کا فرق ہے وہ نمایاں انمیں ہے سر بسری
ہوے مست بادۂ عشق سے تو خیال ہوش و خرد کہاں
گئے توڑ قیدِ مکان زماں نہ غلامی انمیں نہ افسری
چلا اول جو ترکِ جہان کر تو کہا کہ جاتے ہو کس طرف
کہا جا رہا ہوں میں اس طرف جسے لوگ کہتے ہیں ہری ہر

وہ صدائے خندۂ گل نہین یا ظہورِ نالۂ دل نہین
میرا گوش جانب غیر ہے یا نہان ہے نغمۂ بنسری

ہوئے زیرِ پنجۂ بے زری تو سدا مان سوئے ہری چلے
یہ دھڑک تھی دلمین لگی ہوئی کہ سناؤن شعر کشش تری

نہ شرارِ شورشِ بیکسی جونہی دل مین اُنکے اُتر گیا
کہا اشک آنکھون سے پھینک کر میری چیز لاؤ کہان دھری

میرا چین چین مین بدل گیا جو فراق تحفہ دکھا رہے
نہ چھپاؤ دامن مین اسطرح یہ ہے دل لگی نہ ہے مسخری

لیے چھین چاول ہری نے جب تھے سدا مان محوِ خیال تب
آہ بیکسی آہ بے زری کہان وہان ایسے کہان ہری

آہ مفلسی آہ عاجزی آہ بے دری آہ بے زری
کوئی چیز لایا نہ اس جگہ یہی چیز لایا ہون مین ہری

میرا عکس دامنِ دل ہی ہے جسے خاک دامن گل کہین

کوئی عکس صورت سے کر سکے نہ برابری اور نہ ہمسری

یہ دھڑک تھی دل کی کہ زلزلہ گرے ہوش و عقل و حواس سب

رہا کچھ جو باقی بچا ہوا وہ تھا لفظ دلکش ہری ہری

یہ تماشہ طُرفہ ہوا وہاں کہ وہ چاک دونوں طرف ہوئے

کبھی ہنس کے کہتے تھے کرشن جی کہ ہو تم ہری ہاں ہوں میں ہری

میرے دل کو کھینچے جہان میں یہ نمایاں طاقت کہیں نہیں

تیرے عشق کا میں اسیر ہوں جو یہ جادوں میں ہے ساحری

"آہ مفلسی ہا عاجزی آہ بیکسی آہ بے زری"

لیا چھین سینہ سے دل میرا یہ ہو مفلسی یا ہے دلبری

میرے پاس ہائے نہیں کوئی میں تیرا ہوا میں تیرا ہوا

میری آنکھ میں تیرا ناز ہے میرے دل میں تیری ہے برتری

تھا خیالِ شکوۂ بے زری وہ نہاں ہوا نہ عیاں رہا

جو عیاں رہا سو وہ کیا رہا کہ سلامان بیٹھے ہیں ہاں ہری

یہ جہان مہرووفا ہے بس یہان سوزرنج والم نہین
اپلو آنا تھ کہتے ہین کیا ہری گئی بیکسی گئی بے زری

التماس

میرے گرو ۱۰۸ شری سوامی بھولا ناتھ جی مہاراج آجتک اپنی مشعل نور کو چھپاتے رہے۔ اب بھی بڑی مشکل سے اپنی تصانیف مین سے چند چند تحفون کو شایع کرنیکی اجازت بندہ کو دی ہی مشتے از خروارے پیش نظر ہے۔ میری قلم و زبان سوامی جی مہاراج کی تعریف سے قاصر ہے اسلیے آنجناب کی تعریف کی کوشش بھی نہین کرونگا۔ یہ تحفہ جناب کی طرف سے بالضرور رنجیدہ دلون کو فرد باد بہاری دیگا اور بگڑی ہوئی گلزار کو پھر سرسبز کریگا۔

خاکپا شری سوامی گرامی بھولا ناتھ جی مہاراج (حال وارد لکھنؤ)
راقم۔ رام رتن کھنہ (رجسٹرار لکھنؤ یونیورسٹی)